بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شرح مثنوی مولانائے رُوم

(گذشتہ سے پیوستہ)

(۲۳) آں ولیِ حق چو پیدا شد زدور　　از سراپایش ہمی می ریخت نور

جب وہ اللہ کا ولی دُور سے ظاہر ہُوا تو اس کے جسم کے ہر عضو سے نور برس رہا تھا

(۲۴) شہ بجائے حاجیاں درپیش رفت　　پیشِ آں مہمانِ غیبِ خویش رفت

دربانوں اور خادموں کے بجائے بادشاہ نے خود آگے بڑھ کر اپنے غیبی مہمان کا استقبال کیا۔

(۲۵) ضیفِ غیبی راچو استقبال کرد　　چوں شکر گوئی کہ پیوست او بورد

جب بادشاہ نے اپنے غیبی مہمان کا استقبال کیا تو ایک دُوسرے کو دیکھتے ہی دونوں اس طرح پیوستہ ہو گئے جیسے گلقند میں گلاب (ورد) کے پھُول اور شکر۔

(۲۶) آں یکے لب تشنہ واں دیگر چو آب　　آں یکے مخمور واں دیگر شراب

ان میں سے ایک (بادشاہ) تو مثل پیاسے کے تھا اور دوسرا (مہمان) مثل پانی کے تھا، یا یوں سمجھو کہ بادشاہ مثل شرابی کے تھا اور وہ مہمان مثل شراب کے تھا۔ مطلب یہ ہے کہ بادشاہ طالب تھا اور مہمان مطلوب تھا۔

(۲۷) ہر دو بحری آشنا آموختہ　　ہر دو جاں بے دوختن بر دوختہ

نوٹ:- بحری بمعنی دریائے معرفت سے تعلق رکھنے والے۔ آشنا میں الف زائد ہے۔ یعنی شناوری ۱۲۔

وہ دونوں دریائے معرفت کے تیراک تھے اور دونوں کی روحیں باہم پیوستہ تھیں۔ یعنی دونوں عارف تھے یا ایک جان دو قالب کا مصداق تھے۔

(۲۸) گفت معشوقم تو بودستی نہ آں　　لیک کار از کار خیزد در جہاں

بادشاہ نے کہا کہ دراصل محبت کے قابل آپ ہیں کہ عارفِ کامل ہیں۔ نہ کہ وہ کنیز۔ لیکن یہ دُنیا عالمِ اسباب ہے یہاں ایک کام دُوسرے کام کا بہانہ بن جاتا ہے۔ یعنی اللہ نے اس کنیز کے عشق کو آپ سے ملاقات کا ذریعہ بنا دیا۔

(۲۹) اے مرا تو مصطفٰیؐ من چوں عمرؓ
از برائے خدمتت بندم کمر

آپ میرے مخدوم میں آپ کا خادم ہوں (جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مخدوم ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ خادم ہیں)۔ دوسرا مصرع پہلے کی تشریح ہے۔ یعنی اسی لئے میں آپ کی خدمت پر کمر بستہ ہوں۔

درخواستنِ توفیقِ رعایتِ ادب و وخامتِ بے ادبی

(۱) از خدا جوئیم توفیقِ ادب ۔ بے ادب محروم ماند از فضلِ رب

ہم خُدا سے ادب کی توفیق طلب کرتے ہیں۔ کیونکہ بے ادب، فضلِ الٰہی سے محروم رہتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ طالب (مرید) کو لازم ہے کہ جب مرشد کی خدمت میں حاضر ہو تو باادب پیش آئے کوئی گستاخی (بے ادبی) نکرے کیونکہ متکبر (بے ادب) انسان مرشد سے فیض حاصل نہیں کرسکتا۔ نوٹ: ؎ وخامت بمعنی مذمت یا بُرائی ۱۲

(۲) بے ادب خود را نہ تنہا داشت بد ۔ بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد

بے ادب (متکبر) انسان صرف اپنے ہی حق میں بُرائی نہیں کرتا بلکہ اس کی بے ادبی سے دوسروں کو بھی نقصان پہنچتا ہے۔

(۳) مائدہ از آسماں در می رسید ۔ بے شرار و بیع و بے گفت و شنید

مائدہ بمعنی خوان۔ مجازاً من و سلویٰ مراد ہے جو قوم موسیٰ علیہ السلام کو بلا مشقت مل جاتا تھا (اس کی تصریح آئندہ اشعار میں ملیگی)۔ شرار و بیع بمعنی خرید و فروخت ۔ مولانا نے اپنے دعویٰ کے ثبوت میں یہود کی بے ادبی کی مثال دی ہے کہ ان لوگوں کو من و سلویٰ (ترنجبین اور بٹیر) بے مشقت مل جاتا تھا، نہ خریدنا پڑتا تھا نہ کسی سے کچھ کہنا سُننا پڑتا تھا۔

(۴) درمیانِ قومِ موسیٰؑ چند کس ۔ بے ادب گفتند کو سیر و عدس؟

لیکن قوم موسیٰؑ میں سے چند آدمیوں نے گستاخانہ طور پر یہ کہا کہ لہسن اور مسُور کہاں ہے؟ یعنی ہمیں من و سلویٰ نہیں چاہیئے، بلکہ لہسن اور مسُور کی دال درکار ہے۔

(۵) منقطع شد خوان و نان از آسمان ۔ ماند رنج زرع و بیل و داسمان

زرع بمعنی کھیتی ۔ بیل بمعنی بیلچہ ۔ داسمان بمعنی درانتی جسے ہسیا بھی کہتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اس ناشکری اور بے ادبی کی وجہ سے وہ نعمت بند ہوگئی اور ساری قوم کھیتی باڑی کی مصیبت میں گرفتار ہوگئی۔

(۶) باز عیسیٰؑ چوں شفاعت کرد، حق ۔ خوان فرستاد و غنیمت بر طبق

لیکن عرصہ دراز کے بعد جب حضرت عیسیٰؑ نے دعا کی تو حق تعالیٰ نے پھر آسمان سے مائدہ نازل فرمایا۔

(۷) مائدہ از آسماں شد عائدہ ۔ چونکہ گفت اَنزِل علینا مائدہ

عائدہ بمعنی عود کرنے والا۔ چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خدا سے دعا کی کہ ہم پر مائدہ نازل فرما اس لئے مائدہ پھر آسمان سے نازل ہونے لگا۔

(۸) باز گستاخاں ادب بگذاشتند ۔ چوں گدایاں زلّہ ہا برداشتند

لیکن گستاخ لوگوں نے پھر بے ادبی کی یعنی لالچی فقیروں کی طرح بچا ہوا کھانا دوسرے دن کے لئے اٹھا کر رکھنے لگے۔ زلّہ بمعنی بقیۂ طعام ۔

(۹) کرد عیسیٰؑ لابہ ایشاں را کہ ایں ۔ دایم است و کم نگردد از زمیں

لابہ بمعنی تملق یا خوشامد۔ حضرت عیسٰی علیہ السلام نے انھیں بہت نرمی کے ساتھ سمجھایا کہ وعدۂ الٰہی پر اعتماد کرو یہ خوان ہمیشہ نازل ہوا کریگا۔ اسلئے حرص وطمع سے باز آجاؤ یعنی ذخیرہ کرنا چھوڑ دو۔

(۱۰) بدگمانی کردن و حرص آوری کفر باشد پیشِ خوانِ مہتری

خوانِ الٰہی کے معاملہ میں بدگمانی اور حرص دونوں مذموم ہیں بلکہ کفر ہیں کیونکہ ذخیرہ کرنیکی وجہ یا تو یہ ہوسکتی ہے کہ پھر ملے یا نہ ملے یا یہ کہ انسان پر حرص وطمع کا غلبہ ہو اور یہ دونوں باتیں بہت بُری ہیں۔

(۱۱) زاں گدا رویانِ نادیدہ زآز آں درِ رحمت بر ایشاں شد فراز

اُن لالچی آدمیوں کی وجہ سے جو حرص (آز) کی بنا پر حقیقتِ حال سے بیخبر ہوگئے تھے، اللہ کی رحمت کا دروازہ پوری قوم پر بند ہوگیا۔

(۱۲) من و سلوٰی ز آسمان شد منقطع بعد از آں زاں خواں نشد کس منتفع

ان لوگوں کی بے ادبی کا یہ نتیجہ نکلا کہ اس مائدہ کا نزول موقوف ہوگیا، اور پھر کوئی شخص اس سے فائدہ حاصل نہ کرسکا

(۱۳) ابر ناید از پئے منعِ زکات وز زنا افتد وبا اندر جہات

جب لوگ زکوٰۃ دینا بند کر دیتے ہیں تو بارش نہیں ہوتی اور جب زنا کی کثرت ہوتی ہے تو وبا پھیلتی ہے۔ یعنی قحط اور وبا، یہ دونوں انسانوں کی بداعمالیوں کا نتیجہ ہیں۔

(۱۴) ہرچہ آید بر تو از ظلمات و غم آں ز بیباکی و گستاخی است ہم

اے مخاطب! تجھ پر جو رنج و غم یا جو پریشانی اور مصیبت وارد ہوتی ہے وہ تیری بداعمالیوں (گستاخیوں) اور نافرمانیوں ہی کا نتیجہ ہوتی ہے۔

(۱۵) ہر کہ بے باکی کند در راہِ دوست رہزنِ مرداں شد و نامرد اوست

راہِ دوست سے شریعت بھی مراد ہوسکتی ہے اور طریقت بھی۔ رہزنِ مرداں اس لئے کہا کہ بیباک آدمی اپنی گستاخی اور نالائقی کی وجہ سے دوسروں کے نقصان کا موجب بن جاتا ہے، مثلاً ایک نااہل آدمی شیخ بن کر دوسروں سے بیعت لینے لگے تو اس کے مریدوں کو نقصان کے سوا اور کیا حاصل ہوسکتا ہے؟ مطلب یہ ہے کہ جو شخص احکامِ الٰہی (شریعت) کی مخالفت کرتا ہے یا نقلی شیخ بن کر لوگوں کو بیعت کرتا ہے وہ بلاشبہ انسانوں کے دین و ایمان پر ڈاکہ ڈالتا ہے۔ اور اگرچہ وہ اپنے آپ کو بہت بلند مرتبہ سمجھتا ہے لیکن دراصل بہت ذلیل (نامرد) اور کمینہ انسان ہے۔

(۱۶) ہر کہ گستاخی کند اندر طریق گردد اندر وادئ حسرت غریق

طریق سے وہی راہِ دوست مراد ہے اور یہ شعر پہلے شعر کی تشریح ہے۔ وادی بمعنی دریا۔ مطلب یہ ہے کہ جو شخص راہِ خدا میں گستاخی کرتا ہے وہ انجام کار برکاتِ الٰہیہ سے محروم ہوجاتا ہے۔

(۱۷) از ادب پُرنور گشت است ایں فلک وز ادب معصوم و پاک آمد ملک

ادب (عاجزی اور اطاعت) ہی کی وجہ سے یہ آسمان، سورج اور چاند اور ستاروں سے منوّر ہے اور اطاعت

(باقی بر صفحہ ۱۳)